هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

اپنی صداقت پر دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو

سلسلہ نمبر ۱

وید کا بھید

اس کے مخاطب محض آریہ سماج ہیں جنکا دعویٰ ہے کہ وید کی اصلی تعلیم وہی ہے
جو دیانند جی کی تعلیم ہے لہذا اس رسالہ میں آریہ سماج کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے
وہ دیانند جی کی کتاب ستیارتھ پرکاش کے حوالے سے لکھا گیا ہے اور آریہ سماج
کی ایسی دس تعلیم بطور نمونہ کے پیش کی گئی ہے جنکو پڑھکر ہر شخص یہ فیصلہ
کریگا کہ سماجی دھرم بالکل باطل اور ناپاک تعلیمات کا مجموعہ ہے جو ہرگز
ایشوری دھرم نہیں ہو سکتا ہے۔

مصنفہ

مولانا مولوی عبد الصمد صاحب رحمانی مدرس دار العلوم مونگیر حسب الحکم
مولوی سید ابو الکرم محمد لطف اللہ صاحب رحمانی کانپوری المونگیری

حسب فرمائش
محمد فہیم خان تاجر کتب امین آباد لکھنؤ
ہندوستانی پریس نظیر آباد لکھنؤ

قیمت ۲ر
بار اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا

میں اس اصول پر کہ درخت اپنے پھل سے اور مذہب اپنی تعلیم سے پہچانا جاتا ہے، اس رسالہ میں دیانندی مت کی چند تعلیم محض تنقید کے ساتھ اس غرض کو پیش نظر رکھکر تحریر کرنا چاہتا ہوں، کہ وہ تعلیم یافتہ جماعت جو ہر مسئلہ کو علم وعقل کی روشنی میں دیکھنے کی عادی ہے اور ہر خیال اور تعلیم کو نہایت احتیاط سے پرکھ لینے کے بعد مضبوطی سے اسپر یا تو عقیدت کی مہر ثبت کر دیتی ہے، یا سختی سے انکار دکر دیتی ہے، تامل کی نگاہ ڈالکر بصیرت سے فیصلہ کرے کہ ایسا مذہب اور ایسی تعلیم سچی اور الہامی تسلیم کی جا سکتی ہے۔ یا نہیں، ؟

میں اپنے مطالعہ کی بنا پر جس نتیجہ تک پہونچا ہوں، مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ دیانندی الہامی اور خداوندی مذہب ہونا تو بہت بڑی بات ہے، ایسی لچر اور گھنونی تعلیم کسی دانشمند اور شریف النفس باحیا انسان کی طرف بھی منسوب نہیں کیجا سکتی ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ ایک مہذب انسان اُن حیا سوز تعلیم کو حوالہ قلم بھی نہیں کر سکتا ہے مگر حیرت اور ہزار حیرت سماجی فاضلو پر ہے، کہ اُن کی طبیعت اور اُن کے قلوب اس حیا سوز تعلیم سے کچھ اس طرح مسخ ہو گئے ہیں، کہ دیانندی مت کی فضیلت اور خوبی کی دلیل میں نہایت بیباکی سے ان حیا سوز مخرب اخلاق تعلیمات کو تقریروں میں بیان کرتے ہیں۔ اور کتابوں میں فطرتی عمل لکھتے ہوئے اسکے روکنے کو گناہ اور پاپ بتاتے ہیں،

میری تہذیب اسکو بھی گوارہ نہیں کرتی ہے کہ ایسی حیا سوز تعلیم سے میں اپنے ناظرین کو روشناس کراؤں، اور مخرب اخلاق تعلیمات کی اشاعت سے گندہ لٹریچر کی ترویج میں۔

کسی طرح کا حصہ لوں۔

یہی وجہ ہے جسکی بنا پر میں نے اپنے اس رسالہ کو نیوگ کے حیا سوز اور مخرب اخلاق مسئلہ سے پاک رکھا ہے۔ پھر بھی جو کچھ لکھا گیا ہے وہ دیانندی مذہب کی صداقت کے پرکھنے کیلئے دیانند جی کے ذیل کے اصول پر بہت کافی ہے۔ دیانند جی ستیارتھ پرکاش کے بارھویں باب کے خاتمہ کے صفحہ پر لکھتے ہیں "

جس طرح ہانڈی میں پکتے ہوئے چاولوں میں سے ایک چاول کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آیا سب چاول پک گئے یا کچے ہیں۔ اسی طرح اس تھوڑی سی تحریر سے نیک نہاد لوگ بہت سی باتیں سمجھ لیں گے۔

اپنا مطلب بھی اس مشتے نمونہ از خروارے " سے یہی ہے۔ کہ دیانند مت کی چند تعلیمات کو اہل بصیرت اصحاب مطالعہ کر کے دیانندی مذہب کی صداقت و بطالت پر فیصلہ کن اور حتمی رائے قایم کریں، اور واقعات کی روشنی میں ہمارے سماجی فاضلوں کے ان بڑے بڑے دعاوی کو ملاحظہ فرما کر انصاف کی نظر سے غور فرمائیں کہ ہمارے دوست اپنے ان دعاوی میں کہاں تک سچے ہیں۔ کہ سچا مذہب دنیا میں ہے تو آریہ سماج کا، سچی تعلیم ہے تو آریہ سماج کی، انسانی ہدایت اور اسکے معاشرتی اور معادی زندگی کی ضرورتوں کا کفیل اور صحیح راہ پر چلنے والا مذہب ہے تو آریہ سماج کا، فلسفہ عقل اور قانون قدرت کے مطابق احکام ہیں تو آریہ سماج کے، تہذیب و اخلاق اور جملہ علوم وفنون کی تعلیم دینے والی الہامی کتاب ہے تو آریہ سماج کی علم و عقل اور فلسفہ اور موجودہ تہذیب کی روشنی میں اپنی آب و تاب کو باقی رکھنے والی تعلیم ہے تو وہ آریہ سماج کی۔

لیکن حق یہ ہے کہ یہ سارے دعوے خواب پریشاں ہیں جنکی کوئی صحیح تعبیر نہیں ہو سکتی ہے جسکے متعلق خدا نے چاہا تو بہت جلد کسی ضخیم رسالہ میں اسپر بحث کر کے ثابت کر دی جائیگی۔

کہ دنیا کے جملہ مذاہب میں کوئی مذہب آریہ مت کی طرح بدترین احکام اور حیا سوز

مخرب اخلاق تعلیمات کا مجموعہ نہیں ہے، جسکا کثیر حصہ علم و عقل کے خلاف اور فلسفہ اخلاق و تہذیب سے بالکل بیرا ہے۔

اسوقت ہم ذیل میں، بطور نمونہ کے نمبر وار چند تعلیم کو پیش کرتے ہیں۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ سماجی مذہب کی تصویر کا اصلی رخ کتنا درخشاں اور تاباں ہے اور کہانتک علم و عقل کے موافق ہے ؂

زاہد ایک نظر دیکھ لو تم بھی کیا کیا
رنگ ور نوک پلک یار کی تصویر میں ہے

دیانندی مت کی پہلی تعلیم

ستیارتھ پرکاش کے تیسرے باب کے ص۵۶ میں دیانندجی تحریر فرماتے ہیں "جو وید کو نہ پڑھکر دیگر کوشش میں رہتا ہے۔ وہ بمعہ اپنے بیٹے اور پوتوں کے جلدی شودر ہو جاتا ہے"

سبحان اللہ۔ کیا صداقت بھری تعلیم ہے گناہ دادا کرے، اور شودر پوتا ہو۔ کیا کوئی ذی علم، غیر متعصب آریہ اسپر ٹھنڈے دل سے غور کریگا کہ ایسی تعلیم کبھی سچی ہوسکتی ہے، غور کرنیکی بات ہے کہ باپ وید نہیں پڑھتا ہے، بدکار ہے پاپی ہے شودر ہے یا اور جو کچھ الفاظ چاہیں ہمارے دوست اس شخص کے حق میں استعمال کرسکتے ہیں مگر عقل اسکو کیونکر جائز رکھ سکتی ہے، کہ باپ کے وید نہیں پڑھنے سے اسکا بیٹا جو ہر طرح سے لائق۔ نہایت دھارمک اور دن رات وید پر عمل کرنیوالا، اور اسکے فرمان کو بجالانیوالا ہے، کس طرح شودر ہوسکتا ہے اور باپ کے اس فعل کی سزا میں بیٹے اور پوتے کا شودر ہو جانا کہانتک قرین انصاف ہوسکتا ہے،

ہم آریہ سماجی فاضلوں سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا باپ کے زنا، یا باپ کی چوری یا باپ کی ادھرمی کا الزام اسکے بیٹے کو اور اسکے پوتے کو دیا جانا صحیح ہے اور

باپ کے ساتھ بیٹے اور پوتے کو بھی زنا اور چوری کی سزا میں شریک کرنا۔ اور بیٹے اور پوتے کے اعضا کو باپ کے اُن اعضا کے ساتھ کاٹ دیا جانا جس سے اس نے چوری کی ہو درست ہے کیونکہ چور کی سزا دیانندجی ستیارتھ پرکاش کے چھٹے باب کے صفحہ ۲۲۲ میں یہ لکھتے ہیں "چور جس طریق پر جس جس عضو سے انسانوں میں نامناسب حرکات کام کرتا ہو اس عضو کو سب کی عبرت کیلئے راجہ کاٹ دیوے"

اگر باپ کی چوری کے فعل میں بیٹا اور پوتا کو (جسکو اس چوری سے کوئی تعلق نہیں ہی) عقل کے نزدیک شریک سمجھنا باطل ہے، نیز اسکی سزا میں اسکے بیٹے اور پوتے کو شریک کرنا عقل و انصاف کے خلاف ہو۔ تو پھر باپ کے وید نہیں پڑھنے کے جرم کا مجرم بیٹے اور پوتے کو ٹھہرانا بھی سراسر باطل ہو جو عقل و انصاف کے نزدیک کسی طرح درست نہیں ہو سکتا ہو۔ اور جب جرم میں بیٹے اور پوتے کی شرکت نہیں ہو۔ تو پھر باپ کے جرم میں عقل و انصاف اگر اسکو مقتضی نہیں ہو کہ باپ کے ساتھ سزا میں بیٹا اور پوتا بھی شریک کر لیا جائے۔ اور بے جرم اور بے خطا بیٹے اور پوتے کو زبردستی شودر بنایا جائے میرے نزدیک آریہ مت کی یہ تعلیم ایسی ہے۔ جسکو معمولی علم و فہم کا انسان بھی تسلیم کر لینے کیلئے تیار نہیں ہو سکتا ہو۔ کیا کسی سماجی فاضل سے ہم یہ اُمید رکھیں کہ آریہ مت کی اس فلسفانہ تعلیم پر روشنی ڈالکر دنیا کو اپنے مذہب کی طرف سے تشفی بخش جواب دینکی تکلیف گوارا کریں گے۔ اور ہمارے اس اعتراض پر توجہ کی نظر فرمائیں گے۔

دیانندی مت کی دوسری تعلیم

دیانندجی ستیارتھ پرکاش کے چھٹے باب کے صفحہ ۱۹۵ میں میدان جنگ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں "مفرور یعنی ڈر کر بھاگا ہوا ملازم جو دشمنوں کے ہاتھ سے مارا جاتا ہو۔ اسکو اپنے آقا کے گناہ لگ جاتے ہیں۔ اور وہ سزا یاب ہو۔ نیز اسکی وہ عزت جس سے اسکو

لوک پرلوک میں سکھ ہونے والا تھا۔ اس کا آقا لے لیتا ہے۔

اللہ اللہ۔ وید دھرم کی یہی وہ تعلیم ہے جسکو دنیا کے سامنے ہمارے سماجی فاضل عقل و فلسفہ کے مطابق اور اسکے دوش بدوش چلنے والی بتاتے ہیں مگر ہم اپنے دوستوں سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ تم ہی انصاف سے کہو۔ کہ یہ کیسے دماغ کا نتیجہ ہے کیا معمولی علم و فہم رکھنے والا انسان بھی اپنے منھ سے ایسی بات نکال سکتا ہے۔ ہرگز نہیں پھر کسقدر حسرت و افسوس کی بات ہے کہ اسکو الہامی تعلیم سمجھی جاتی ہے حالانکہ ؎

بڑا ہے داغ بجو اور داغ عشق میں فرق — کہ یہ ہے دل کیلئے اور وہ جبیں کے لیے

حیرت ہے امیدان جنگ سے ملازم بھاگتا ہے۔ اور دشمنوں سے مارا جاتا ہے۔ اسکے متعلق یہ فیصلہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ سزایاب ہے۔ ہم بھی اپنے دوستوں سے کہیں گے کہ اس قدر بہت درست اور صحیح ہے۔ مگر اسکے ساتھ یہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ اسکو آقا کے گناہ لگ جاتے ہیں۔ اور اسکے سکھ کو یعنی اسکے موجودہ زندگی کے نیک عمل کے ثواب کو اسکا آقا لے لیتا ہے۔ یہ ایسی بات ہے جو یقیناً ہر انسان کے نزدیک سراسر باطل اور لغو ہے۔ اس لیے کہ میدان جنگ سے بھاگنے کے جرم میں ملازم کو آقا کے گناہوں کا لگ جانا۔ اور ملازم کے ثواب کا آقا کو ملجانا علم و عقل کے نزدیک ہرگز ہرگز کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا ہے۔ ہر شخص اپنے جرم اور اپنے فعل کا جواب دہ ہو سکتا ہے، نہ کہ دوسرے کے اعمال و افعال کا نیز ہر شخص کو اسکے اعمال و افعال کے متعلق مجرم اور سزایاب ٹھہرایا جا سکتا ہے نہ کہ دوسرونکے اعمال و افعال کا۔ پس اس مغرور یعنی بھاگے ہوئے ملازم کو اسکے فرار کے جرم میں جو کچھ بھی سزا ملیگی وہ صحیح اور درست ہوگی لیکن ان جرائم اور بدکاریوں کا اس ملازم سے کیا تعلق ہو سکتا ہے جسکو اسکے آقا نے کیا ہے۔ اور ان اعمال و بدکاریوں کی سزا کا مستوجب اور مستحق یہ ملازم کیونکر ہو سکتا ہے جسکو اسکے آقا نے کیا ہے تعجب اور سخت تعجب ہے کہ آریہ مت کی کیسی تعلیم ہے کہ گناہ کی سزا گنہگار کو نہیں دیجاتی ہے بلکہ ایسے شخص کو

جس کو اس گناہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
پھر مزید براں یہ کہ اسکے نیک اعمال اور صدقہ وخیرات اور پُن دان دیا۔ اور اپاسنا عبادت
وغیرہ کا ثواب آقا ئے لیگا تھوڑی دیر کے لیے بالفرض اگر اس تعلیم کو الہامی تعلیم تسلیم کرلیجائے
تو اس کی وجہ سے خدا کی ذات پر چند اعتراض لازم آئینگے۔ ایک تو یہ کہ آریوں کا خدا
ظالم ٹھہریگا۔ کہ بے خطا اور بے قصور شخص کو گنہگار ٹھہراتا ہے اور زبردستی ایک شخص
کی گردن پر دوسرے کے گناہ کی گٹھری رکھتا ہے دوسرے یہ کہ آریوں کا ایشور عادل
اور منصف بھی نہیں رہیگا کیونکہ ایسا کرنا انصاف کے بالکل منافی ہے۔ کہ مجرم کو سزا
نہ دیجائے اور اسکے بدلے میں غیر مجرم اور بے قصور شخص کو مجرم ٹھہرایا جائے تیسرے
آریوں کا خدا طرفدار بھی ٹھہریگا جس سے دیانندجی کو سخت انکار ہے چنانچہ اسی طرفداری
سے بچنے کیلئے دیانندجی نے تناسخ مانا ہے۔ غیر منصفی کے متعلق انکا صاف لفظوں میں
بیان موجود ہے۔ کہ جو انصاف کے خلاف کرے وہ ایشور نہیں اب دو باتوں سے چھٹکارا
نہیں یا تو اس تعلیم کو غلط تسلیم کرلیجائے۔ اور ہمارے سماجی دوست اسکو ستیارتھ پرکاش
سے نکالدیں۔ یا اگر ایسی بھی تعلیم کو محض اسلیے کہ دیانندجی مہاراج نے ستیارتھ پرکاش میں
وید کے مطابق سمجھکر تحریر کیا ہے۔ دیانندجی کی تحریر کی بنا پر اپنے ایشور کو غیر منصف
بلکہ ایشوری اور خدائی سے معزول کردینے کا اعلان عام کردیں۔ سماجی دوستو تعصب سے
الگ ہوکر غور کرو کہ کیا ایسی تعلیم کو کبھی صداقت اور سچائی کے اصول پر کوئی شخص سمجھ
سکتا ہے ہرگز نہیں بس ہم بجز اس کے اور کچھ نہیں کہنا چاہتے کہ ؎

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھیں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

دیانندی مت کی تیسری تعلیم

دیانندجی ستیارتھ پرکاش کے چھٹے باب کے صفحہ ۲۲۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔
جو دھرم کو چھوڑکر ادھرم میں پھنسا ہوا دوسرے کو بلا جرم مارنے والے ہیں۔ انکو بغیر

تامل کے مار ڈالنا چاہئے۔ یعنی پہلے مار کر بعد میں سوچ کرنی چاہیے۔

سماجی دوستو۔ ایک طرف انسانی دار و قصاص کا مسئلہ ہے۔ اور دوسری طرف تمہارے پوتر مذہب کی پاک تعلیم ہے۔ غور کرو سوچو۔ کہ دیانند جی آریہ مت کی تعلیمی منظر کو دنیا کے سامنے کس رنگ میں پیش کر رہے ہیں۔ سنو اور غور سے سنو اور سوچو اور خوب سوچو۔ کہ کیا انسان کی جان اور انسان کی حرمت اور انسان کا عزیز وجود اور گراں مایہ نفس اتنی سستی چیز ہے کہ بغیر سوچ سمجھے اسکو فنا کر دیا جائے اور بغیر اسکے کہ اسکے جرم کی تحقیقات کیجائے اور بغیر اسکے کہ اسکے متعلق کامل شہادت حاصل کیجائے۔ اور بغیر اسکے کہ مقدمہ کے مسل پر پورا غور و خوض کیا جائے۔ اسکو موت کے گھاٹ پہونچا دیا جائے۔ اور پھر سوچو کہ یہ کسقدر مضحکہ انگیز اور انسان کو حیرت و استعجاب میں ڈالدینے والی بات ہے کہ قتل کر دینے کے بعد اسکے متعلق سوچ کرنیکی فہمائش کیجاتی ہے جسکو پڑھکر بے اختیار زبان قلم سے نکل پڑتا ہے کہ ؎

تجھ پر پڑیں صنم ترے ایسے پیار پر مرنے کے بعد آکے ہو رونے مزار پر

کیا اس تعلیم کو لیکر آریہ سماج کبھی اس قابل ہو سکتا ہے۔ کہ مذاہب عالم کے دوش بدوش علم و عقل کی روشنی میں کھڑا ہو۔ اور کیا کوئی معمولی علم و فہم والا انسان اسکو جائز رکھ سکتا ہے ہرگز نہیں پھر سوچو اور خوب اچھی طرح سوچو۔ کہ کیا ظلم اور اندھیر نہیں ہے کہ زد و کوب و مار پیٹ کے بدلے میں قتل اور مار ڈالنے کا فتویٰ دیا جاتا ہے کیا اس قانون کے بعد انسان کو پناہ مل سکتی ہے اور کیا انسان کا وجود آریہ مت کے انتقامی خون آشام تلوار کی دھار کے نیچے ہر معمولی زد و کوب اور مار پیٹ کے بعد نہیں آویگا۔ اور کیا اس تعلیم کو پڑھکر تعلیم یافتہ جماعت کی روح اور انسانیت اور انصاف اور حقانیت و صداقت عالم اضطراب میں چیخ نہیں اٹھیگی کہ انصاف کے پردے میں قتل و غارت کی تعلیم ہے اور اصلاح عالم کے نام سے تخریب عالم کا فاسد مادہ کام کر رہا ہے ؎

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

ہم اپنے سماجی فاضلوں سے انصاف اور حقانیت کا واسطہ دیکر پوچھنا چاہتے ہیں کہ للہ دو چار منٹ کیلئے بھی خدا وند ایشور کو حاضر و ناظر جانکر اپنے گریبان میں منھ ڈالکر اس تعلیم کو سوچو۔ کیا تمہارا ضمیر تمہارا دل تمہارا کانشنس تمہارا انصاف پسند آتما اسکو جائز رکھتا ہے کہ مار پیٹ اور معمولی زدوکوب کے بدلے میں انسان جان سے مار ڈالا جا سکتا ہے۔ اگر تمہارا ضمیر اور تمہارا دل کہے کہ نہیں یہ فیصلہ سراسر ناجائز اور بالکل انصاف و دھرم کے خلاف ہے اور کبھی ایسی تعلیم ایشوری تعلیم نہیں کہلا سکتی ہے۔ پھر تم بتاؤ۔ کہ دیانند جی کے اس فرمان کو کیا کہوگے جب کے وہ صاف لفظوں میں یہ فتوی دے رہے ہیں کہ جو دھرم کو چھوڑکر ادھرم میں پھنسا ہوا دوسرے کو بلا جرم مارنے والے ہیں۔ انکو بغیر تامل کے مار ڈالنا چاہئے یعنی پہلے مار کر بعد میں جانچ کرنی چاہئے۔ تا دَنڈ ادنڈ مارنے یعنی زدوکوب اور مار پیٹ کے جرم میں مار ڈالنے یعنی قتل کر دینے کا حکم دیا جاتا ہے کیونکہ مارنے اور مار ڈالنے میں جو فرق ہے اسکو ہر آدمی دانا بچہ سمجھتا ہے۔ اور پھر اسپر حیرت اور مزید حیرت یہ ہے کہ وہ بھی بغیر سوچے سمجھے اور بے سمجھے مار ڈالنے کا حکم دیا جاتا ہے ۔

الاماں عرش لرزتا ہے کہ وہ آتے ہیں تیغ کھینچے ہوئے تیوریں چڑھی بل کھائے

اس جگہ غلط فہمی کے ازالہ کیلئے یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ دیانند جی کے مصرحہ۔ الا عبارت میں لفظ " بلا جرم " ایک بے معنے لفظ ہے جو اپنے اندر کوئی معنوی حقیقت نہیں رکھتا ہے اسلئے کہ جب دیانند جی تامل اور سوچنے اور غور کرنیکی ہدایت قتل کے بعد فرماتے ہیں تو قتل کے پہلے یہ کسطرح ثابت ہوگا۔ کہ وہ بلا جرم انسان تھا جسکو اس ادھرمی شخص نے مارا ہے کیونکہ مضروب یعنی جسکو مار پڑی ہے اسکا بے جرم مار کھانا اور اس ادھرمی شخص کا اسکو بلا وجہ مارنا۔ اسکو چاہتا ہے کہ مجرم کے قتل کے پہلے کامل تحقیقات اور کامل غور و غوض سے ان دونوں کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم کر لی جائے مگر جب اسکی اجازت نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ شخص بغیر سوچے سمجھے اور غور و خوض کئے ہوئے دیانند جی بزن کا

فیصلے دے رہے ہیں پھر سب امور سے قطع نظر کرکے ایک لاجواب سوال یہ ہے کہ قتل کے بعد سوچ کرنیکے کیا معنے ہو سکتے ہیں اور قتل کے بعد اس سوچ اور غور و تامل کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے اور اب اسکی معصومی کے ثبوت پر کیا نتیجہ مرتب ہو سکتا ہے بس آریہ سماج کی یہی وہ تعلیم ہے جسکو ہمارے ہاتھوں میں عین فلسفہ اور علم و عقل کے موافق ہدایت کرنیوالی تعلیم کہکر دیجاتی ہے تو ندہب معلوم دا اہل مذہب معلوم ہم نہیں سمجھ سکتے ہیں اور یقیناً دنیا کا کوئی ذی فہم انسان اسکو نہیں سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس قانون پر کیسے دانشمند لوگ عمل کرنیوالے ہوں گے جو قتل کرنیکے بعد سوچیات قتل پر غور کرنے کیلئے بیٹھیں گے۔ اور مجرم کی معصومیت کے ثبوت پر دانشمندان جج صف ماتم ترتیب دیکر مقتول کیلئے نہیں بلکہ اپنی عقل پر ماتم کرینگے جبکو مقتول کی روح دیکھکر پکار اٹھیگی کہ میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

دیانندی مت کی چوتھی تعلیم

دیانندجی ستیارتھ پرکاش کے چھٹے باب کے صفحہ ۲۱۷ میں تحریر فرماتے ہیں عورتوں کے گواہ عورت، دوجیوں کے دوج، شودروں کے شودر اور چانڈالوں کے چانڈال گواہ ہوں ۔ ہم اپنے دوستوں سے کہتے ہیں کہ اچھا مہاراج بہت خوب بہت صحیح اور نہایت درست، مگر فرمائیے ایک غریب نوجوان عورت ایک پاپی دکاندار کے دکان میں کوئی چیز لینے گئی۔ اور اس روسیاہ بدبخت نے جسکی عادت نیوگ کی پاک تعلیم کی بری عادت کی وجہ سے جسکی تشریح سے تہذیب مانع ہے اس نے اس نوجوان عورت سے سربازار کھلی دکان میں زنا بالجبر کرکے منھ کالا کیا۔ اور سوء اتفاق سے کوئی دوسری عورت وہاں موجود نہیں ہے تبلائیے یہ غریب معصوم عورت اپنے درد کی دوا کیا کریگی۔ آریہ سماج کے ایوان انصاف کی زنجیر کھڑکائی ہے تو اس کو صاف جواب ملتا ہے کہ جب تک تو اپنے اس فعل پر کسی عورت کو شہادت میں نہ دیگی تیری کچھ بھی شنوائی نہیں ہو سکتی ہے جسکو سنکر وہ ایک طرف ایسی متحیر ہو جاتی ہے کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں ۔ دوسری طرف حرمت انسانی اور عزت نفس کی خودداری کے

فطرتی جذبات سے متاثر ہو کر ایوان انصاف اور آریہ مت کے عدالت گھر کے دانشمند ان جج کو
ڈھکنے پر مجبور ہوتی ہو اور استعجاب کے لہجہ میں پوچھتی ہے۔ کہ تو پھر کیا ہمارے لیے دیانندی
مذہب میں کوئی انصاف نہیں ہو اور ایسے پاپی کیلئے اس صورت میں کوئی سزا نہیں ہے
میں اس ناگوار واقعہ کی شہادت میں عورتوں کو اسلئے نہیں پیش کر سکتی کہ موقع وقوع پر
کوئی عورت نہ تھی۔ ہاں راستہ کے دس پانچ گذرنے والے نیک نفس آریہ کو میں اس واقعہ کی
شہادت میں پیش کر سکتی ہوں۔ جو موقع وقوع میں میری چیخ و پکار کی آواز سنکر جمع ہو گئے تھے
جو عورتوں سے زیادہ عقل و سمجھ رکھتے ہیں اور شہادت کے اہل ہیں ہو مگر اسپر بھی اسکو دو ٹک
صاف جواب ملتا ہو۔ کہ ہم دیانندجی کے فرمان سے مجبور ہیں تم خود دیکھو یہ ستیارتھ پرکاش
کی جلد رکھی ہوئی ہو جس کے صفحہ ۲۱۷ میں دیانندجی نے شہادت کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا ہے
کہ عورتوں کے گواہ عورتیں ہونگی لہذا ہم تمہارے معاملہ میں مردوں کی شہادت نہیں لے سکتے ہیں ؎

دیانندی دوستو اب فرض کرو کہ وہ غریب عفت مآب دیوی دیانندجی کے اس فرمان
کو پڑھتی ہو۔ اور بے نیل مرام رسوائی کا داغ لیکر منھ چھپائے ہوئے گھر آتی ہو۔ مگر بتاؤ کہ
اسکے متلاطم جذبات، اور رسوائی کا روح فرسا غم۔ اور اسپر بھی مایوسی کی شرمساری ایسی سے
اسکے دل میں ایسی عدالت گاہ ایسے قانون اور ایسے قانون بنانے والے کی وقعت اسکے
دل میں کیا ہوگی [illegible]
کھلا بیٹا مستحق ہو یا اس قانون کو کسی [illegible]

پس کہاں ہیں آریہ ماتی فاضل جو اپنے ویدک دھرم کے ذریعہ سے دنیا میں امن اور
انصاف قائم کرنا چاہتے ہیں اور انسان تو انسان حیوان کی دادرسی کو بیتاب ہو جاتے ہیں
اس غریب نوجوان معصوم عورت کے زخم دل پر انصاف کے مرہم کی پٹی باندھیں یا اعتراف
کر لیں کہ آریہ مت ہرگز اس قابل نہیں کہ اس سے انصاف اور صداقت اور حقانیت کی
صحیح تعلیم دنیا کو حاصل ہو۔ پھر اسی طرح کے اور بیسیوں واقعات ہیں جن کے لیے اس

قانون کی رو سے کوئی انصاف نہیں ہو سکتا ہے۔ فرض کرو ایک محلہ میں ایک گھر چانڈال
(یعنی مہتر) کا ہے باقی سب شریف وات آریہ مہاتما ہیں۔ رات کو اسی کے محلہ کا ایک چور
اسکے گھر میں آتا ہے اور چوری کرتا ہے اور جو کچھ نقد ملتا ہے اسپر قبضہ کرتا ہے اتفاق سے اس
چنڈال (یعنی مہتر) کی آنکھ کھلتی ہے اور روکتا ہے جسکی پاداش میں بدمعاش چور لاٹھیوں سے
خبر لیتا ہے جسپر یہ غریب چانڈال چیخ اٹھتا ہے اور وہاں دیگر لوگوں کو اپنی مدد کیلئے پکارتا ہے
محلہ کے لوگ پہونچتے ہیں۔ مگر چالاک چور سب اپنے کو بچا کر مع مال مسروقہ کے روانہ ہو جاتا
اب سوال یہ ہے کہ وہ اپنی دادرسی کیلئے کہاں جائے۔ اور کس سے اپنی مظلومیت کو بیان کرے
کیا آریہ مت کی عدالت اسکے لیے مفید ہوگی اور آریہ عدالت میں وہ اپنے انصاف کو پہونچیگا
ہرگز نہیں۔ کیونکہ آریہ سماج کا دانشمند اور سماجی قانون کا ماہر مجسٹریٹ اس کے بیان کے سننے
کے بعد جب اس سے پوچھیگا۔ کہ تمھارے پاس تمھاری جنس کا چانڈال گواہ ہے اور اس
سوال کے جواب میں یہ سنیگا کہ حضور میرے پاس اس واقعہ کی شہادت کیلئے کوئی چانڈال
گواہ نہیں ہے کیونکہ میں اپنے محلہ میں اپنی جنس کا ایک ہی شخص ہوں، ہاں محلہ کے بہت سے
شریف آریہ اسکی شہادت دیسکتے ہیں اور چور کو پہچان سکتے ہیں۔ تو مجبوراً دیانندی دھرم
کے مجسٹریٹ صاحب اسکو صاف جواب دینگے۔ کہ تمھارا استغاثہ ویدک دھرم کی رو سے رد
کیا گیا کیونکہ دیانند جی نے ستیارتھ میں فیصلہ کر دیا ہے کہ چانڈال کا گواہ چانڈال ہی ہوگا۔ سماجی دوستو
بتاؤ کیا دنیا میں اسی قانون سے انصاف و امن قائم رکھنا چاہتے ہو اور کیا دنیا کے سامنے
یہی قانون لیکر اسکے مدعی ہوتے ہو، کہ دنیا میں علم و عقل کے موافق انسانی بہبودی کیلئے اگر
کوئی تعلیم ہے تو وید کی تعلیم اور آریہ دھرم ہے تم اپنے دوستوں کے اس جملہ مرکب پر بجز اسکے کیا کہیں کہ سہ

در بندہ بت دیکھ خدا اور بھی کچھ ہے
بت پردہ ہیں پردے میں چھپا اور ہی کچھ ہے

دیانندی مت کی پانچویں اور چھٹی تعلیم

ستیارتھ پرکاش کے چوتھے باب کے صفحہ ۱۱ میں دیانند جی تحریر فرماتے ہیں۔ بیاہ کرا اولاد پیدا

کرنیکا طریق آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔ ایک براہم دوسرا دیو تیسرا آرش چوتھا پرجاپت پانچواں اسر چھٹا گاندھرب ساتواں راکشس آٹھواں پیشاچ۔ اسکے بعد ان بیاہوں کی تفصیل کی گئی ہے کہ کون بیاہ کسطرح عمل میں آئیگا۔ قبل اسکے کہ میں کسی بیاہ کی صورت پیش کروں، یہ بتا دینا ضروری ہے کہ یہ آٹھوں قسمیں جائز بیاہ کی ہیں یعنی ان میں کوئی قسم آریہ مذہب میں حرام یا ناجائز نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ دیانند جی نے بعض کو ادنیٰ اور بعض کو مذموم اور بعض کو نہایت مکروہ فرماتے ہیں مگر کسی صورت کو ناجائز و حرام و خلاف فطرت نہیں فرماتے ہیں۔ دیانند جی کے الفاظ یہ ہیں، ان سب بیاہوں میں براہم بیاہ سب سے افضل، دیو و آرش اور پرجاپت متوسط، اسر اور گاندھرب ادنیٰ، راکشس مذموم، اور پیشاچ نہایت مکروہ ہے۔ اب راکشس اور پیشاچ کی تفصیل بھی دیانند جی ہی کی عبارت میں ملاحظہ ہو۔

(۷) لڑائی کرکے جبراً یعنی چھین جھپٹ یا فریب سے لڑکی کو حاصل کرنا راکشس۔

(۸) سوئی ہوئی یا شراب وغیرہ پی کر بیہوش ہوئی ہوئی یا پاگل لڑکی سے بالجبر ہمبستر ہونا پیشاچ بیاہ کہلاتا ہے۔ سماجی دوستو خود ہی گریبان میں منھ ڈالکر سوچو اور اپنے ایمان بھرے دل سے سوال کرو پھر غور کرو کہ خود تمہارا دل اور تمہارا انصاف پسند باحیا ضمیر تمھیں اس مسئلہ کے متعلق کیا ہدایت کرتا ہے، مختصر لفظوں میں اسکے متعلق ہم صرف اسقدر لکھنا چاہتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ ہندوستان میں آریہ سماج دھرم کا راج ہو جائے تو کیا اسوقت امید ہو سکتی ہے کہ کسی شریف باعصمت عورت کی ذات اس قانون سے محفوظ رہیگی اور کیا اس قانون کی بنا پر دن رات زبردستی لڑکیاں چھین نہیں لیجائیگی۔ اور کیا بدمعاش اور بدکار انسان جبراً خوبصورت خوبصورت دیویوں پر انکو عنفوان شباب کی حالت میں دیکھکر اس قانون کے آڑ میں لڑائی اور ہنگامہ کرکے قبضہ نکرینگے اور پھر اس چھین جھپٹ سے انسان کا آریہ دھرم کے قانون کے آڑ میں خون خرابہ نہیں ہوگا؟ ہوگا اور ضرور ہوگا۔

کیونکہ ایک شریف النفس باحیا انسان سے فطرتاً یہ غیر ممکن ہے کہ اپنی آنکھوں سے اپنی بی بی

بیٹی بہو، کی رسوائی اور بے عزتی اور عصمت دری کو دیکھے اور خاموش رہے، بلکہ با حیلوں میں فطرتی جذبات کے سمندر لہریں لے لے کر اسکے دل و دماغ کو مجبور کر دیں گے، کہ وہ اپنی عزیز جان کو جان سے زیادہ پیاری چیز شرافت اور عزت و ناموس پر جو انسانیت کی روح اور جان ہے نثار کر دے، پس وہ اسکے جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی کہ ان بدمعاش اور بد چلن لوگوں پر وہ غلبہ نہیں حاصل کر سکیں گے۔ فطرتاً وہ دست بگریباں ہو جائیگا چاہے اسکی جان خطرہ ہی میں کیوں نہ پڑ جائے، مگر وہ اس ناپاک عصمت کش منظر کو اپنی آنکھوں سے جب تک اسکی جان میں جان ہے نہیں دیکھ سکیگا سماجی دوستو سوچو اور غور کرو کیا یہی وہ تعلیم ہے جسکی ساری دنیا کے لوگوں میں فطرتی تعلیم کہکر تبلیغ کرنی چاہتے ہو، اور کیا یہی وہ تعلیم ہے جسکو علم و عقل کے موافق بتاتے ہو۔

اور کیا یہی وہ تعلیم ہے جسکو تہذیب و تمدن کے روشن اصول کے مطابق بتاتے ہو اور کیا یہی وہ تعلیم ہے، جو شریف انسان کو الہامی تعلیم کہکر قبول کرنیکی دعوت دیتے ہو۔

اور کیا یہی وہ تعلیم ہے جسپر چلکر دنیا میں امن و امان قائم رہ سکیگا، اور کیا یہی وہ تعلیم ہے جسپر چلکر انسان شریف طینت اور مہذب ہوگا، اور کیا یہی وہ تعلیم ہے جسپر عامل ہو کر انسان نجات حاصل کریگا، اور پھر سب آخر میں یہ بتاؤ کہ خداوندی اور ایشوری تعلیم کہلانے کی ایسی تعلیم مستحق ہو سکتی ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں، بھلا تمہارے گرو دیانند جی نے تو اس نا پاک فعل کو بھی بیاہ کی جائز قسم میں شمار کرتے ہیں، اور اس ناپاک فعل کو فقط نہایت مکروہ کہکر دنیا کے بدکار اور معاش لوگوں کیلئے بدکاری کا دروازہ کھول دیتے ہیں سماجی دوستو۔ یہ کس قدر عصمت کی بات ہو، اور کس قدر اندھیر ہی کہ ہے دھرم میں اسطرح کے ناپاک فعل کو ناجائز اور حرام نہیں بتایا جاتا ہو بلکہ محض نہایت مکروہ ہونیکا فتوی دیا جاتا ہو ہم نہیں سمجھ سکتے کوئی ذی علم انسان یا تعلیم یافتہ جماعت اسکے متعلق کیا فیصلہ کریگی، اور آیا یہ دھرم کی اس تعلیم پر کیا رائے قائم کریگی، میرے نزدیک ایسے خیالات کو خدائی اور الہامی کہنا تو معاذ اللہ بڑی

جرأت ہے کہ کسی شریف باحیا انسان کی طرف بھی اسکی نسبت نہیں کیجا سکتی ہے میرے سماجی دوستو۔ تم خو[illegible]ر[illegible] اور اپنے دل سے فیصلہ چاہو۔ کہ ایسے ناپاک فعل اور بدترین عمل کو بالکل قطعاً ناجائز اور حرام ہونا چاہیے یا فقط نہایت مکروہ۔ اور جب زنا بالجبر مکروہ کے درجہ میں ہے، تو پھر تو وہ زنا جو دن رات بازاری عورتوں سے بلاجبر کے نہایت خوشی دلی کے ساتھ جانبین کی رضامندی سے کیا جاتا ہے آریہ دھرم کے اصول پر بلاکراہت جائز ہوگا کیونکہ بجبر زنا کرنا جب فقط نہایت مکروہ ہوا۔ اور چھین جھپٹ لڑائی کر کے یا فریب دیکر کسی لڑکی پر قبضہ کرنا محض مذموم ہوا، تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ زنا جو دو عورت کی بالکل رضامندی اور خوشنودگی سے انجام پاتا ہو بلاکراہت جائز کیوں نہ ہو۔

بہرحال دیانند جی کی تحریر کے مطابق راستہ چلتے عورتوں پر دھوکھا اور فریب سے قبضہ کر لینا جائز ہے، چھین جھپٹ کر کے غیر کی بہو بیٹی کو اپنے قابو میں کر لینا جائز ہے زبردستی زنا کرنا جائز ہے، پھر ان صورتوں کی بنا پر بدرجہ اولیٰ تمام بازاری رنڈیوں سے زنا کرنا جائز ہوگا، اللہ اللہ یہی وہ پاک تعلیم ہے، جسکے بل پر ہمارے دوستوں کو دعویٰ ہے کہ ہندوستان بلکہ ساری دنیا کو آریہ بنالیں گے سچ ہے سہ

بتکدہ میں آرزو خدائی کی ... شان ہے تیری کبریائی کی

دیانندی مت کی ساتویں تعلیم

دیانند جی ستیارتھ پرکاش کے گیارھویں باب کے صفحہ ۲۵۰ میں یہ عنوان قائم کر کے کہ "دان کرنے والے تین اقسام کے ہوتے ہیں" حسب ذیل سوال و جواب لکھتے ہیں ۔

سوال دانا (سخی) کتنے قسم کے ہوتے ہیں۔ جواب تین قسم کے اعلیٰ۔ درمیانی۔ اور ادنیٰ اعلیٰ سخی اسکو کہتے ہیں جو مقام وقت اور مستحق کو جان کر علوم حقیقی اور دھرم کی ترقی کی خاطر اسکی بھلائی کیلئے دے۔ درمیانہ وہ ہے جو تعریف یا خودغرضی کیلئے خیرات کرے ادنیٰ وہ ہے کہ اپنا یا بیگانہ کا کچھ فائدہ نہ کر سکے بلکہ زناکاری (رنڈی) یا بھانڈ بھاٹوں وغیرہ کو دے ۔

اس جواب میں دیانند جی کو اسکا اقرار ہے کہ زناکاری میں خرچ کرنا ادنیٰ درجہ کا دان یا سخاوت ہے اور زانی شخص یعنی زنا کرنے والا انسان ادنیٰ درجہ کا سخی ہے اب میں اپنے سماجی دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ آریہ مذہب میں دانی اور پاپی ہونا دو چیزیں ہیں یا ایک چیز اور خیرات و دان اور پاپ میں فرق ہے یا نہیں۔ اگر فرق ہے اور ہر عقل سلیم رکھنے والا اسکو تسلیم کریگا کہ ادنیٰ اور پاپی میں آسمان و زمین کا فرق ہے تو بتاؤ زنا کرنے والے کو دنیا میں کوئی سمجھدار انسان بجز پاپی کے کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں۔ پھر بتاؤ تمھارے رشی بلکہ مہرشی دیانند جی یہ کیا غضب ڈھا رہے ہیں کہ پاپ کے کام میں خرچ کرنیکو دان۔ اور زناکار پاپی کو دانی اور سخی فرمارہے ہیں۔ پھر بتاؤ کہ ایسے فرمان سے زناکاری اور پاپ میں ترقی ہوگی۔ اور لوگ آزادی سے اسکو دان اور سخاوت کا کام سمجھکر انجام دینگے۔ یا اس سے احتراز کرینگے۔ خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ آزادی کی زہریلی ہوا۔ ہر طرف سے انسانی جذبات کو مسموم کر چکی ہے اس تعلیم کا کیا اثر ہوگا۔ سماجی دوستو غور کرو اور سوچو کہ ایسی تعلیم انسان کیلئے مفید ہے یا مضر۔ اور علم و اخلاق کے مخالف ہے یا موافق۔ ہم جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ کہ ہمارے اس اعتراض کے جواب میں رکیک تاویلوں سے کام لیا جائیگا، باتیں بنائی جائینگی اور کسی طرح کھینچ تان کر اسکے ٹالنے کی کوشش کیجائیگی۔ کہ دیانند جی کا مطلب اس سے واقعی خیرات یا دان اور سخاوت نہیں ہے۔ اور زنا کرنیوالونکو واقعی معنے میں دانی اور سخی کہنا انکا مقصد نہیں، مگر یہ سب مدعی سست گواہ چست کے مصداق ہوگا، دیانند جی کی عبارت بلفظ ہمنے نقل کردی ہے۔ ہر شخص اسپر غور کر سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے کہ ان رکیک باتوں سے یہ اعتراض کسیطرح اٹھ نہیں سکتا ہے سچ ہے انسان انسان ہے اور خدا خدا ہے مگر ہمارے دوستوں کی غلط فہمی کی بھی انتہا ہے کہ اسکو الہامی اور ایشوری احکام سمجھتے ہیں جن کو ہم بجز اسکے اور کیا کہیں ؎

قاصد یہ زبان اسکی بیاں ہو سکا نہیں ہے　　دھوکا ہو تجھے کسی نے کہا اور ہی کچھ ہے

دیانندی مت کی آٹھویں تعلیم

دیانند جی ستیارتھ پرکاش کے نویں باب کے صـ۳۲۹ میں لکھتے ہیں۔اس کے بعد دھرم راج یعنی پرمیشور اس جیو کے پاپ وپن کے مطابق جنم دیتا ہے۔ وہ ہوا۔اناج۔ پانی خواہ جسم کے مساموں کے ذریعہ سے دوسرے جسم میں ایشور کی تحریک سے داخل ہوتا ہے۔ یہ علمی مسئلہ ہیں نے نوی علم اصحاب اور تعلیم یافتہ حضرات کی تفریح خاطر کے لیے عموماً۔ اور ڈاکٹر اور حکیم صاحبان کے لیے خصوصاً اسلیئے پیش کیا ہے کہ وہ ویدک دھرم کے فلسفہ ولادت کے علمی مسئلہ پر غور کریں اور وہ لوگ جو فلسفہ اور سائنس کے ماہر ہیں اور انسانی حقیقت اور اسکی روح کے متعلق کافی معلومات رکھتے ہیں۔ وہ دیانند جی کے اس فلسفیانہ خیالات سے لطف اوٹھائیں کہ روح انسانی ایسی چیز ہے۔ جو غلہ کے مسامات میں گھس سکتی ہے یا انسان کے بدن کے ظاہری جانب کے مسامات سے گھس کر انسان کے بدن میں داخل ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر اور حکیم صاحبان اسپر غور فرمائیں کہ کیا کسی ڈاکٹری تحقیقات میں یا کسی طبی کتاب میں روح حیوانی یا روح انسانی کے متعلق یہ فلسفیانہ مسئلہ مطالعہ میں آیا ہے۔ کہ روح انسانی بنی بنائی ہر طرح سے صحیح و درست بذریعہ اناج یعنی چنا۔ مٹر یا دال بھات کے انسان کے جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور پھر وہ تمام سے گھوم گھما کر مرد کی یا عورت کی منی میں ملکر رحم میں داخل ہوکر اپنے اوپر گوشت پوست چڑھا کر نکل آتی ہے۔ سماجی دوستو ابھی دنیا سے علم وعقل اسقدر مفقود نہیں ہوا ہے کہ اسطرح کی لچر اور لغو باتوں پر کوئی انسان کان دھرے چہ جائیکہ اسکا یقین کرے اور اسپر ایمان لاوے کہ دیانند جی مہاراج نے جو کچھ فرمایا ہے سچ ہے۔ الحاصل یہ مسئلہ علمی نقطہ نظر سے ایسا غلط ہے کہ نہ تو تحقیقات جدیدہ فن ڈاکٹری کے اصول پر صحیح ہو سکتا ہے نہ تحقیقات عتیقہ۔

یعنی طب یونانی کے اصول پر صحیح ہو سکتا ہے، بلکہ ہر ذی علم انسان اسکو پڑھ کر ہنس دے گا۔ کہ سبحان اللہ ویدک دھرم بھی عجیب مذہب ہے اور اس سے زیادہ عجیب تر اس مذہب کے پیرو ہیں کہ ہر بات بات پر علم و فلسفہ کی رٹ لگائی جاتی ہے۔ مگر تعلیم کی حالت ماشاء اللہ چشم بد دور ایسی ناگفتہ بہ ہے کہ نہ علم و عقل کے اصول پر ٹھیک اترتی ہے نہ فلسفہ اور سائنس کے قانون پر صحیح جچتی ہے۔ ہاں زبانی دعویٰ البتہ ہے جس کے متعلق مرزا غالب مرحوم کا یہ شعر پڑھ دینا کافی ہے۔

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو وہ لہو کیا ہے

سماجی دوستو دعویٰ ہے تو پہلے اسکو تحقیقات جدیدہ اور رتیقہ سے ثابت کرو۔ پس کیا ہم امید رکھیں کہ کوئی سماجی فاضل ہمت کرکے علم و عقل کی روشنی میں دیانندجی کے اس مسئلہ کو طبی طریقہ پر یا ڈاکٹری اصول پر ثابت کر کے آریہ دھرم کی لاج رکھیگا سچ ہے کسی نے خوب لکھا ہے۔

بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد چوں باز کنی مادر مادر باشد

دیانندی مت کی نویں تعلیم

دیانندجی ستیارتھ پرکاش کے دوسرے باب کے صفحہ ۲۸ میں لکھتے ہیں:۔ مبارک وہ ماں روز حمل سے لیکر جب تک پوری تعلیم نہ ہو جائے اولاد کو نیک سیرتی کی ہدایت کرے۔ سماجی دوستو، دیانندجی کی نیک سیرتی میں کسیکو شبہ ہو تو ہو۔ دیانندجی کے اس قول کو پڑھکر مجکو بالکل یقین ہو گیا کہ واقعی وہ بالکل برہمچاری تھے جسکی وجہ سے ان کے دل میں نیک سیرتی اور سادہ لوحی اسقدر تھی کہ وہ حمل کے اندر کیلئے بھی (یعنی ایسے بچے کیلئے بھی جو ہنوز ماں کے رحم اندر ہے) نیک سیرتی کی تعلیم دینے کی اسکے ماں کو ہدایت کر رہے ہیں۔ مگر دیانندجی کا دنیا والوں پر بڑا احسان ہوتا۔ اگر اسکی ترکیب

بھی تحریر فرما دیتے کہ حمل کے اندر کے بچے کو کس طرح ہدایت کیجائیگی؟ اور مبارک ماں اپنے حمل کے بچہ کو کن کن امور کے متعلق نیک سیرتی کی ہدایت کرے گی۔ کیا دیانندجی کے پیرو اور انکے نقش قدم پر چلنے والی جماعت میں سے کوئی بزرگ اسکی تکلیف گوارا فرمائینگے۔ کہ دیانندجی کی اس کمی کو پوری کرکے دنیا بھر کے یا کم ہندوستان کے رہنے والوں کے لیے اپنی کرم فرمائی سے جدید انکشافات کے سلسلہ میں ایک انوکھا اضافہ فرماکر ممنون منت فرمائیں۔ کیونکہ اس کلجگ کے زمانہ میں والدین کو سب سے زیادہ جو چیز باعث رنج والم ہوتی ہے وہ بچوں کی ناشائستگی اور انکی بدطینتی اور بدچلنی ہوتی ہے مگر جب ہمارے سماجی دوست وید مقدس سے جنکے متعلق انکا دعویٰ ہے۔ کہ جملہ علوم وفنون کے متعلق اسکے اندر ہدایت موجود ہے۔ اس ترکیب کو نکال کر شائع فرمادینگے اور ہر مبارک ماں اسکے مطابق اپنے حمل کے بچہ کو ہدایت کرے گی جس سے سب بچے ماں کے پیٹ ہی سے شائستہ نیک سیرت اور مہذب پیدا ہوں گے۔ مجکو تعجب ہے کہ آج تک سماجی فاضلوں نے کیوں اسطرف توجہ نہیں کی۔ بہرحال اب ہماری اس گذارش پر ضرور توجہ کیجائے گی سماجی دوستو سوچو اسی تعلیم پر ساری دنیا کو آپ آریہ بنالیں گے سچ ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا　　لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

دیانندی مت کی دسویں تعلیم

دیانندجی ستیارتھ پرکاش کے چوتھے باب کے صفحہ ۱۲۸ میں پہلے رگوید سے ایک منتر اس مضمون کا نقل کرتے ہیں کہ ویرج سینچنے کے قابل طاقتور مرد کو بیاہی عورت سے دس اولاد تک پیدا کرنے کا حکم ہے۔ اس کے بعد اس منتر کے متعلق دیانندجی نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے ان ہی کی عبارت میں ملاحظہ ہو۔ ویدک کے اس حکم کے مطابق پر ہمن

کھتری، اور ویش ورن والی عورت اور مرد، دس دس اولاد سے زیادہ نہ پیدا کریں
دیانندی مذہب کی تعلیم پر بظاہر دو اعتراض لازم آتے ہیں، ایک تو یہ کہ اس حکم
سے شودر کو کیوں خارج کر دیا گیا اور محض تین ہی ورن یا تین ذاتوں یعنی برہمن کھتری
ویش کیلئے اس حکم کو کیوں مخصوص کر دیا گیا، حالانکہ ایسا کرنا دیانند جی کے اصول بے
طرفداری اور رب انسانی ہے اور خدا بے انصاف نہیں ہو سکتا پس اگر حسب بیان
دیانند جی یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ وید کی تعلیم ہے، تو وید کے الہامی کتاب نہیں ہونے
کے لیے یہی ایک وجہ کافی ہے کہ اس میں طرفداری کی تعلیم ہے۔ جو قانون مساوات
اور عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ جس میں ایک فریق کے لیے آزادی دیگئی ہے، کہ وہ
جسقدر چاہے خداداد قوت سے کام لیکر اولاد پیدا کرے اور دوسرے فریق کی آزادی
کو سلب کر کے اسکو مجبور کر دیا گیا ہے کہ تم دس اولاد سے زیادہ پیدا نہیں کر سکتے،
دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر درج یعنی منی، سینچنے والے مل تتو رمردیں دس اولاد
کے بعد بھی قوت شہوانی باقی ہے۔ جس سے اس کے دل میں طرح طرح کے بڑے برے
خیالات پیدا ہوتے ہیں اور رات کی تاریکیوں میں اسکے فطرتی جذبات اسکو مشورہ دیتے
ہیں۔ کہ جب ویدک دھرم کی رو سے تم دس اولاد سے زیادہ پیدا نہیں کر سکتے، اور
کسی طرح بیاہی بی بی سے اپنی فطرتی خواہش کو پوری کر سکتے ہو۔ کیونکہ علاوہ اسکے کہ
ویدک دھرم کے خلاف ہے، خطرہ اسکا ہے کہ اگر حمل قرار پا گیا تو مفت میں آریہ
سبھا کے سپاہی پکڑ کر لیجاوینگے۔ اور بھری مجلس میں ذلیل و محجوب اور رسوا ہونا پڑیگا
ایسی حالت میں تمھارے لیے بجز اسکے اور کوئی صورت نہیں۔ کہ فطرتی جذبات کی جائز
خواہش کو زنا اور حرامکاری سے پوری کرو۔ چنانچہ جذبات کے اس مشورہ پر عمل
کرنے کیلئے مجبور ہو جاتا ہے اور زنا کر کے اپنا منہ کالا کرتا ہے۔ اب ہمارے سماجی
فاضل بتائیں۔ کہ وید کا یہ حکم فطرت کے موافق ہے، اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ

دس اولاد کے بعد ایک طاقتور انسان سے فطرتی خواہش معدوم ہو جاتی ہیں۔ اور وہ فطرتی عمل جسکے نہیں رُکنے کے دیانندجی بھی قائل ہیں، رُک سکتا ہے؟ ہرگز نہیں دیانندی دوستو سنو اور غور سے سنو۔ دیانندجی اس فطرتی عمل کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں سائیشور کے قواعد پیدائش کے مطابق عورت مرد کا فطرتی عمل رُک نہیں سکتا ہے۔ بجز تارک دنیا عالم باکمال اور یوگیوں کے۔

کیا اسقاط حمل سے بچہ کشی اور بیوہ عورت اور رنڈوے مردوں کی سخت تکلیف گناہ نہیں گنتے ہو کیوں کہ جب تک وے جوانی ہیں من میں دل میں اولاد کی پیدائش اور شہوت کی خواہش رکھنے والوں اور سرکار یا برادری کے قاعدہ سے رکاوٹ ہونے پر خفیہ بدفعلی بدچلنیاں ہوتی رہتی ہیں الخ۔ ستیارتھ پرکاش ۴ ص ۱۴۷

دیانندجی کے اس مفصل بیان کے بعد کسی کو اس سے انکار ہو سکتا ہے، کہ فطرتی عمل کا روکنا پاپ کا دروازہ کھولنا، یا پاپ پر اسکو مجبور کرنا ہے، کیونکہ ایک طرف آپ اس کو ویدک قانون کی بنا پر روکیں گے، کہ بس جی بس دس اولاد ہو چکے، اب آگے حوصلہ نہ کیجئے ورنہ آپ وید کی مخالفت کے جرم میں ادھر ہی جھگر گرفتار کر لیے جائیں گے۔ اور آپ کو قرار واقعی سزا ملیگی جس سے مجبور ہو کر وہ غریب اپنی بیاہی استری کے پاس جانیکا حوصلہ نہیں کرتا ہے۔ دوسری طرف حسب بیان دیانندجی کے سرکاری یا برادری کے قاعدہ سے رکاوٹ ہونے پر خفیہ خفیہ بدفعلی بدچلنیاں ہوتی رہیں گی یعنی بازاری رنڈیوں سے جا کر منہ کالا کریں گے اور عورتیں بدکار اور بدمعاش پاپی مرد کو نوازینگی اور اپنی فطرتی خواہش کو انجام دینگی۔ اور حسب تحریر دیانندجی اسقاط حمل اور بچہ کشی پر عمل کیا جائیگا۔ سماجی دوستو۔ خدا کے لیے انصاف کو راہ دیکر اپنے ضمیر سے پوچھو کہ ایسی تعلیم فطرتی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ میرے خیال میں تمہارا دل اور تمہارا آتما اگر تعصب سے پاک ہے تو تمکو جواب ملیگا کہ ایسی تعلیم ہرگز ہرگز فطرتی نہیں ہو سکتی

ہے۔ پس سوچو اور خوب سوچو کہ تمکو تمہارا دیانندی مذہب کہاں لیے جا رہا ہے۔ آیا یہ وہ سڑک ہے جسپر چلکر تم نجات حاصل کر سکتے ہو، یا یہ کہ ہمیشہ کے لیے تم ایسے غار میں ڈھکیلے جا رہے ہو۔ جہاں سے تمکو نجات محال ہے، پس اب تمھیں اختیار ہے، میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ چاہے تم اسی دیانندی مت پر رہو۔ یا سچائی کے سچے طالب بنکر اس سے علیحدہ ہو جاؤ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغ۔

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

عبد الصمد رحمانی (بازید پوری)

نوٹ۔ اس کتاب میں جس ستیارتھ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ جملہ آریہ سماج کا مستند اردو ترجمہ ہے جسکے ٹائٹل پر یہ تحریر ہے "ستیارتھ پرکاش مصنفہ شری ۱۰۸ مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کا مستند اردو ترجمہ جسکو حسب اجازت شرمتی آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب آریہ کمیٹی اور آریہ سماج لاہور نے ۱۹۰۸ء میں لالہ تولا رام صاحب کی نگرانی میں طبع کرایا"

اعلان
مندرجہ کتب آگئی ہیں جسقدر ضرورت ہو طلب فرمائیے
جو کتابیں ختم ہو جائیں گی اون کے تعمیل سے معذور
رہوں گا۔
کفر توڑ۔ ۶/
بت شکن۔ ۶/
تاریخ چکر ۶/
شدھی کا بھانڈا پھوڑ ۱/
سر توڑ۔ ۶/
جڑ مار۔ ۰/
اشدھی توڑ۔ ۱/
علی کا غول۔ ۱/
سوامی دیانند کا علم وعقل ۱/
شادی بیوگان اور نیوگ ۱/
رسالہ الہام۔ ۱/
وید کا بھید۔ ۰۱/
سنگٹھن توڑ۔ ۰۲/
ملنے کا پتہ: جنٹلمین بکڈپو امین آباد لکھنؤ

زیر طبع کتابیں

آریوں کا خوفناک پرمیشور :۔ اس رسالہ میں۔ دیانندی مذہب کے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہ آریہ سماجی عقائد و تعلیمات کی بنا پر آریوں کا پرمیشور بجز ظالم، جبار، قہار، غیر منصف، جفا کار ہونے کے نہ عادل ہے۔ نہ رحیم ہے نہ منصف نتیجہ یہ ہے نہ کسی پر رحم کرتا ہے نہ کسی پر عنایت کرتا ہے۔ بلکہ اس نے اپنی لا انتہا قوت کی خواہش سے ناجائز اور غاصبانہ طریقہ پر روح و مادہ پر قبضہ کر کے اس دنیا کو بنایا ہے۔

ابطال تناسخ ، حصہ اوّل۔ اس رسالہ میں تناسخ کے اُن جملہ دلائل کا نہایت مدلل رد کیا گیا ہے، جو دیانند جی نے اپنی مایۂ ناز کتاب ستیارتھ پرکاش اور رگوید آدی بھاشیہ بھومکا میں انتہائی زور لگا کر تناسخ کے اثبات میں تحریر کیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ آریہ سماجی اصول پر جس ضرورت کے لیے تناسخ کو تسلیم کیا جاتا ہے وہ ضرورت اس تناسخ کے عقیدہ سے پوری نہیں ہوتی ہے، اور مسئلہ تناسخ سراسر قانونی فطرت اور مشاہدات و محسوسات کے خلاف ہے۔ **حدیث روح** اس رسالہ میں آریہ سماجی مذہب کا بنیادی مسئلہ قدامت روح کا خود انکے ہی مسلمات کی بنا پر رد کیا گیا ہے اور آٹھ ایسی زبردست دلیلیں روح کے حدوث پر لکھی گئی ہیں جسکا جواب کوئی آریہ سماجی اپنے سماجی عقائد پر قائم رہ کر نہیں دے سکتا ہے۔

ملنے کا پتہ

خنبتلیین بکڈپو امین آباد لکھنؤ